ابو نعیم اصفہانی کی شخصیت اور معرفۃ الصحابہ میں ان کا منہج واسلوب

Personality of *Abū Nu'ym al-Asfahānī* and his Methodology in *"Ma'rifat al-Sahābah"*

*حافظ محمد عامر عباسی
**پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی

Abstract

Abū Nu'ym al-Asfahānī has authored many books on various topics, especially on the subjects like classes, genealogy, history , and biography etc. One of them his well known book is " *Ma'rifat al-Sahābah*". This book is an encyclopedia on Sahabah's life. The author has introduced four thousand two hundred and thirty five personalities in the book and has presented eight thousand one hundred and five Ahadīth and Āsār. This research paper covers the methodology of *Abū Nu'ym al-Asfahānī* that he adopted in his book *Ma'rifat al-Sahābah,* specially in narrating the Ahadīth. The author mentioned different types of Ahadīth but we cover some of them like traditions about Quranic verses and the circumstances in which they revealed , traditions of Dalāil al-Nubuwwah , traditions of Sahabāh relationship with Muhammad peace be upon him, traditions narrating rare events of Sīrah and tradition of letters written to different rulers. This research paper is expected to provide concise perception of Abu *Abū Nu'ym al-Asfahānī* methodology and his way of research in his work *Ma'rifat al-Sahābah* .

Keywords: *Abū Nu'ym al-Asfahānī, Ma'rifat al-Sahābah,* Methodology

* پی ایچ ڈی سکالر شعبۂ حدیث وسیرت، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد
**پروفیسر چیئرمین، شعبۂ حدیث وسیرت، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد

علامہ ابو نعیم اصفہانی کے احوال و آثار

نام، نسب و خاندان:

علامہ ابو نعیم اصفہانی کا مکمل نام احمد بن عبد اللہ بن مہران بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصفہانی ہے۔ آپ ۳۳۶ھ میں ایران کے شہر اصفہان میں پیدا ہوئے[1]۔ اصفہان[2] شہر کی طرف آپ کی نسبت ہے، اس کی مناسبت سے آپ کو اصفہانی کہا جاتا ہے۔ آپ کے آباؤاجداد میں سے سب سے پہلے جناب مہران نے اسلام قبول کیا، مہران حضرت عبد اللہ بن معاویہ بن جعفر بن ابو طالب کے غلام تھے[3]۔ علامہ ابو نعیم اصفہانی نے ایک علمی خاندان میں پرورش پائی۔ آپ کی پیدائش اصفہان شہر میں ہوئی جو اس وقت علم کا مرکز مانا جاتا تھا، چوٹی کے علماء اس شہر میں پیدا ہوئے، یہی وجہ تھی کہ علماء کے جم غفیر نے اس شہر کا رخ کیا۔ یاقوت حموی، اصفہان شہر کے بارے میں رقمطراز ہیں "اصفہان شہر میں بہت سے علماء اور ائمہ فن نے جنم لیا، جتنے علماء اس شہر میں پیدا ہوئے شاید ہی کسی اور شہر میں پیدا ہوئے ہوں خصوصا عالی سند والے علماء، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر کے باسیوں کی عمریں عموما بہت زیادہ ہوتی ہیں اور یہ بھی کہ لوگوں نے سماع حدیث کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے[4]۔ آپ کے شہر کا عمومی ماحول تو علمی تھا ہی، آپ کے گھر کا خصوصی ماحول بھی بہت علمی تھا آپ کا تعلق ایک علمی خانوادہ سے تھا، اس وجہ سے علامہ اصفہانی کے والد نے صغر سنی میں ہی آپ کو اس وقت کے شیوخ کے سامنے بٹھایا، آپ کے والد اپنے وقت کے نامور عالم اور علم کی تلاش میں کمربستہ تھے۔ علامہ ذھبی نے ان الفاظ میں آپ کی والد کی صفت کی ہے "الحافظ الامام" پھر فرماتے ہیں "ابو نعیم کے والد ایک سچے اور کھرے عالم تھے، کہ چھوٹی سی عمر میں اپنے بیٹے کو کبار علماء کی مجالس میں لابٹھایا"[5]۔ اپنے دور کے کبار علماء و محدثین نے ان کو اجازت حدیث سے نوازا، علامہ ذھبی فرماتے ہیں کہ جب ابو نعیم کی عمر صرف چھے برس تھی تو اس وقت ان کو اجازت حدیث کا شرف بخشا گیا۔[6]

---

[1] الأصبهاني، أبو نعيم، أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران، دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني، دار النفائس بيروت، ط ا، 1406ھ-1/45- مزید دیکھئے۔ الانساب 1/285، المنتظم 8/100، البدایہ والنہایہ لابن کثیر 12/45، طبقات الشافعیہ الکبری 4/18-25، شذرات الذھب 3/245

[2] السمعاني، أبو سعد، عبد الكريم بن محمد بن منصور التميمي المروزي، الأنساب، ت: عبد الرحمن بن يحيى المعلمي اليماني، مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد، ط ا، 1382ھ-1/284

[3] ابن خلكان، أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن إبراهيم بن أبي بكر البرمكي الإربلي، وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، ت: إحسان عباس، دار صادر-بيروت، ط ا، 1900-1/91

[4] الحموي، شهاب الدين أبو عبد الله ياقوت بن عبد الله الرومي، معجم البلدان، دار صادر-بيروت، ط۲، 1995م-1/209

[5] الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز، سير أعلام النبلاء، دار الحديث-القاهرة، ط، 1427ه-12/308

[6] الذهبی، محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی، تذكرة الحفاظ، ت: زكريا عميرات، دار الكتب العلمية بيروت-لبنان، ط1419، اه-3/195

تعلیم وتدریس

علامہ ابو نعیم اصفہانی نے صرف آٹھ برس کی عمر میں ۳۴۴ھ میں سماع حدیث کا آغاز کیا، سب سے پہلے مسند اصفہان عبد اللہ بن جعفر بن احمد بن فارس سے سماع حدیث کا اہتمام کیا[7]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابو نعیم نے بہت چھوٹی سی عمر میں کبار علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، یہی وجہ تھی کہ اس معصومانہ محنت کو بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت سے نوازا گیا اور بعد میں آنے والے وقت نے ثابت کیا کہ امت نے ان کے علوم سے بھرپور استفادہ کیا اور آپ کو حافظ ومتقن کے القابات سے نوازا گیا۔ علامہ ابو نعیم نے سن ۳۵۶ھ بیس برس کی عمر میں حصول علم کے لئے دور دراز کے علاقوں کا سفر کیا[8]۔ کتب تواریخ و رجال میں آپ کے اسفار کی زیادہ تفصیلات نہیں پائی جاتیں مگر آپ کی مجموعی سیرت سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے مختلف علماء کے علاقوں میں جاکر ان کی شاگردی اختیار کی۔ ذیل میں آپ کے مشہور اساتذہ کرام کا ذکر کیا جاتا ہے۔ علامہ ابو نعیم الاصفہانی کے اساتذہ:**محمد بن الحسین بن عبداللہ ، ابو بکر الآجری : علامہ ابو نعیم نے مکہ میں ان سے سماع حدیث کیا ۔ خطیب بغدادی، محمد بن الحسین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ " یہ ایک ثقہ ، سچے اور دین دار شخص تھے "[9]. امام ذہبی فرماتے ہیں " وہ امام ، محدث ،عالم باعمل اور متبع سنت تھے ". ۳۶۰ھ میں ان کا انتقال ہوا ۔** محمد بن أحمد بن الحسن بن إسحاق، أبو علي الصواف، البغدادي: **بغداد میں ابو نعیم نے ان سےحدیث شریف کے سماع کا شرف حاصل کیا ۔ ابو نعیم ا ن سے کثرت سے روایا ت نقل کرتےہیں ۔ یہ بھی ایک مضبوط عالم دین اور صاحب دلیل شخصیت تھے ۔ ۳۹۵ھ میں ان کا انتقال ہوا [10]. احمد بن یوسف بن خلاد ابو بکر النصیبی ، العطار: بغداد میں ان سے بھی حدیث کا سماع کیا ۔ یہ بھی ثقہ عالم دین تھے.۳۵۹ھ میں ان کا انتقال ہوا [11].سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی ، ابو القاسم الطبرانی: ابو نعیم کے اساتذہ میں سے مشہور استاد ہیں ۔ جید عالم دین ،امام اور حافظ کے لقب سےجانے جاتے ہیں۔ بہت ساری کتب کے مصنف ہیں جیسے معجم کبیر ، معجم اوسط ،معجم صغیر،مسندا لشامیین اور کتاب الدعاءوغیر ہ شامل ہیں ۔ ابو نعیمؒ فرماتے ہیں کہ "**

---

[7] الذهبي، سير أعلام النبلاء،12/112

[8] السبكي، تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين، طبقات الشافعية الكبرى، ت: د. محمود محمد الطناحي د. عبد الفتاح محمد الحلو، هجر للطباعة والنشر والتوزيع، ط1413، ۲ھ-4/20

[9] البغدادي، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب، تاريخ بغداد، ت: الدكتور بشار عواد، دار الغرب الإسلامي، ط۱، 1422ھ-2002م،3/35

[10] الذهبي، سير أعلام النبلاء، 245/12

[11] ایضا،12/168

استاد محترم۲۹۰ ھ میں اصفہان آئے ، کچھ عرصے کے بعد واپس چلے گئے ، پھر دوبارہ آئے ، طویل قیام کیا اور ساٹھ سال تک درس حدیث دیا ۔ ۳۶۰ھ میں وفات پائی (12)۔عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان، أبو محمد الأصبهاني: ابو الشیخ کے لقب سے مشہور ہیں۔ بہت ساری کتب کے مصنف ہیں **،اہم کتب میں سے یہ ہیں ۔ طبقات المحدثین باصبہان ، العظمۃ اور ذکرالاقران وغیرہ۔۳۶۹ھ کو وفات پائی (13)۔ محمد بن ابراہیم بن علی بن عاصم بن زاذان ، ابو بکر بن المقرئ:ابو نعیم فرماتے ہیں کہ یہ " بڑے محدث ہیں اور ثقہ ہیں "۔۳۸۱ھ میں دار فانی سے کوچ کر گئے(14) ۔محمد بن المظفر البزاز البغدادی: امام دارقطنی ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ اور امین شخص ہیں ۔ کسی حد تک شیعت کی طرف مائل تھے لیکن بہت کم ، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ان کی پکڑ نہیں کر گا (15)۔ امام ذہبی کا قول ہے کہ " حافظ ہیں ، ثقہ اور حجت ہیں "۔۳۷۹ ھ میں وفات پائی(16) ۔**

محمد بن علي بن حبيش، أبو الحسين الناقد البغدادي: ابو نعیم ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں وہ نیک اور ثقہ تھے(17)۔

علامہ ابو نعیمؒ کے شاگرد

ابو نعیمؒ اکثر وقت اپنے طلاب کی علمی پیاس بجھانے میں خرچ کرتے۔ احمد بن محمد بن مردویہ فرماتے ہیں "اکثر و بیشتر علامہ کے پاس مختلف جگہوں سے آئے حفاظ کا اجتماع رہتا۔ علامہ کا طریق کار یہ تھا ہر دن ایک ایک کے لئے باری مقرر فرماتے۔ ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق ان کے سامنے پڑھتا، عام طور پر ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہتا پھر بعض اوقات راستے میں چلتے ہوئے بھی ان سے استفادہ کرتے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا ان کے ماتھے پر شکن تک دیکھا گیا ہو۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ تصنیف و تالیف ان کے لئے غذا کی حیثیت رکھتے تھے(18)۔ ذیل میں آپ کے چند مشہور شاگردوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

---

12 الذهبي، سير أعلام النبلاء،12/201

13 ایضا،12/305

14 ایضا،12/381

15 السلمي، أبو عبد الرحمن محمد بن الحسين، سؤالات السلمي للدارقطني، ت: فريق من الباحثين بإشراف الدكتور سعد الحميد، مؤسسة الجريسي للتوزيع والإعلان–الرياض، ط1، 1427ه-1/291

16 الذهبی، سیر اعلام النبلاء،16/418

17 البغدادی، تاریخ بغداد،4/145

18 الذهبی، سیر اعلام النبلاء،13/157

ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن ثابت، الخطیب البغدادی: یہ علامہ ابو نعیم اصفہانی کے قابل ترین شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بارے میں ابو سعد سمعانیؒ فرماتے ہیں "یہ بااتفاق رائے اپنے زمانے کے امام اور حافظ کہلاتے ہیں۔ انہوں نے تقریباً سو کے قریب کتابیں تصنیف فرمائیں جو اصحاب حدیث کے لئے سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں، ۴۶۳ھ میں انہو ں نے وفات پائی۔"[19]

الحسن بن احمد بن الحسن بن محمد بن علی بن مهرۃ الاصبهانی: حسن ابن احمدؒ، علامہ ابو نعیمؒ کے وہ شاگرد ہیں جنہوں نے اپنے استاد سے بہت ساری احادیث نقل کی ہیں۔ سمعانیؒ فرماتے ہیں "جب ان کے والد کام کاج کے سلسلہ میں اپنی لوہے کی بھٹی کی طرف جاتے تو وہ اپنے اس بیٹے حسن کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتے اور ان کو حافظ ابو نعیمؒ کی مسجد میں چھوڑ جاتے تاکہ وہ سماع علی الشیخ کا اہتمام کر سکے[20]۔ مزید فرماتے ہیں کہ "وہ ایک ثقہ اور سچے عالم دین تھے، ان کا شمار اہل علم، اہل قرآن اور دیندار لوگوں میں ہوتا ہے۔ حسن بن احمد ہی وہ شخص ہیں جن کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ابو نعیم اصفہانیؒ کی مصنفات کی زیادہ سماعت کی ہے اور ان کی موت کے بعد مصنفات کو نہ صرف روایت کیا ہے بلکہ ان کی دوسروں کو اجازت بھی دی ہے۔ ۵۱۵ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے[21]۔

حمد بن احمد بن الحسن بن احمد بن محمد بن مہران ابو الفضل الاصفہانی الحداد اخو ابی علی الحداد: سمعانیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "وہ امام اور فاضل شخص تھے، خصوصاً اخذ حدیث کے حوالے سے بہت تحقیق سے کام لیتے تھے۔

امام ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ "علامہ ابو نعیمؒ کے شاگرد حمد بن احمد جب سفر حج کے لئے روانہ ہوئے تو بغداد میں اپنے استاد سے کتاب الحلیۃ کو روایت کیا" ۴۸۶ھ میں ان کا انتقال ہوا[22]۔

احمد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ الانصاری الھروی، ابو سعد المالینی: امام ذھبیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں "وہ ایک سچے، متقی اور پرہیزگار انسان تھے"۔ یہ اپنے شیخ ابو نعیم اصفہانیؒ سے ۱۸ سال پہلے ۴۱۲ھ میں فوت ہوئے[23]۔

علامہ ابو نعیم اصفہانیؒ کا مقام ومرتبہ اور علماء کے تعریفی اقوال

علامہ ابو نعیمؒ نے چھوٹی سی عمر میں حصول علم کا آغاز کیا اور سماع حدیث کے سلسلہ میں دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔ اسی محنت کی برکت سے آپ نے کثیر مقدار میں روایات جمع کیں اور علوم حدیث میں خصوصی مہارت حاصل کی۔ حدیث اور علوم حدیث سے شغف کی وجہ سے آپ نے بڑی مقدار میں کتب تصنیف فرمائیں، اور بعد میں آنے والے اہل علم اور دوسرے لوگوں سے داد وصول کی۔ **خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں:" لم آر احدا اطلق علیہ اسم الحفظ غیر رجلین: ابو نعیم**

---

19 السمعانی، الانساب، 166/5

20 السمعاني، عبد الكريم بن محمد بن منصور التميمي المروزي، التحبير في المعجم الكبير، ت: منيرة ناجي سالم، رئاسة ديوان الأوقاف بغداد، ط1395ھ-1975م، 178/1

21 الذھبی، سیر اعلام النبلاء، 303/19

22 الذھبی، سیر اعلام النبلاء، 19/20-21

23 ایضاً، 17/301-302

الاصفہانی، وابوحازم العبدوی الاعرج"[24]" خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں "میرے خیال میں اگر لفظ حافظ بولا جائے تو اس سے مراد سوائے ابونعیم الاصفہانی اور ابوحازم العبدوی الاعرج کے اور کوئی نہیں ہے"۔ **شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:" هو أكبر حفاظ الحديث ، ومن أكثرهم تصنيفا ، وممن انتفع الناس بتصانيفه ، و هوأجل من أن يقال له: ثقة ، فان درجته فوق ذلك "**[25] "حفاظ حدیث میں ان کی بڑی شان ہے اور ان کے مقابلے میں تصانیف بھی بہت زیادہ ہیں، اور ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے کہ جن کی تصانیف سے لوگوں نے خوب استفادہ کیا ہے، ان کو ثقہ کہنا تو معمولی بات ہے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ان کا درجہ تو اس سے بھی اوپر ہے"۔ **ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:" هو الحافظ الكبير ذو التصانيف المفيدة الكثيرة الشهيرة منها : حلية الاولياء فى مجلدات كثيرة دلت على اتساع روايته و كثرة مشايخه و قوة اطلاعه على مخارج الحديث و شعب طرقه**[26] " ابونعیم اصفہانیؒ کا شمار بڑے حفاظ میں ہوتا ہے ان کی تصانیف بہت مفید اور کثیر تعداد میں ہیں، ان میں مشہور ترین، حلیۃ الاولیاء ہے، اس کتاب کی جلدوں کی تعداد زیادہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے خوب روایات نقل کی ہیں اور ان کے مشائخ کی تعداد بھی زیادہ ہے مزید براں یہ کہ مخارج حدیث اور مختلف طرق حدیث پر ان کی خوب نظر ہے۔ **حمزہ بن عباس العلوی فرماتے ہیں:" كان اصحاب الحديث يقولون: " بقى الحافظ ابو نعيم اربع عشرة سنة بلا نظير لا يوجد شرقا ولا غربا اعلى اسنادا منه ولا احفظ منه**"[27] "اہل حدیث فرماتے ہیں "ابونعیمؒ کی زندگی میں چودہ سال ایسے گزرے ہیں کہ مشرق و مغرب میں عمدہ سند اور حفظ حدیث کے لحاظ سے ان کا ثانی نہیں ملتا"۔ **احمد بن محمد بن مردویہ فرماتے ہیں: " كان ابو نعيم فى وقته مرحولا اليه ولم يكن فى افق من الآفاق اسند ولا احفظ منه**[28]" "ابونعیم اصفہانیؒ اپنے زمانہ میں مرجع خلائق تھے پوری دنیا میں ان سے زیادہ کوئی مستند اور حافظ نہیں تھا"۔ **ابن نقطہ فرماتے ہیں:"رزق من علوالاسناد مالم يجتمع عندغيره و صنف كتبا حسنة وحديثه بالمشرق والمغرب وكان ثقة**

---

24 السبكي، تاج الدين بن علي بن عبد الكافي، طبقات الشافعية الكبرى، ت: د. محمود محمد الطناحي، هجر للطباعة والنشر والتوزيع، ط٢، ۔1413ھ، 21/4

25 ابن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم الحراني، مجموع الفتاوى، ت: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، 1416ھ/1995م، 18/71

26 ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر القرشي البصري ثم الدمشقي، البداية والنهاية، ت: علي شيري، دار إحياء التراث العربي، ط1408، ا، ھ۔1988م، 12/56

27 الذهبى، تذكرة الحفاظ، 3/196

28 الذهبى، سير اعلام النبلاء، 13/157

فی الحدیث عالما فہما "[29] ابو نعیم اصفہانیؒ کو جو عالی سند نصیب ہوئی وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی اور انہوں نے بہت عمدہ کتابیں تصنیف فرمائیں اور ان کی حدیث مشرق و مغرب میں موجود ہے، وہ حدیث میں ثقہ، ایک زیرک عالم تھے۔

علمی خدمات

علامہ ابو نعیم اصفہانیؒ کی تصانیف: علامہ ابو نعیم نے مختلف موضوعات خصوصا طبقات، انساب، تاریخ اور سیرت کے موضوع پر بہت سی کتب تصنیف فرمائیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ **معرفۃ الصحابۃ:** کتاب کے نام سے واضح ہے کہ یہ کتاب صحابہ کے تعارف پر ہے، اس کتاب کو لکھنے کا مقصد مصنف خود مقدمہ کتاب میں بیان فرماتے ہیں کہ بعض ایسے لوگ جو روایات و اخبار کی تلاش میں رہتے ہیں وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان روایات کو نقل کرنے والے صحابہ کرام اور دیگر لوگوں کے احوال سے بھی واقفیت حاصل کرلیں مگر یہ ان لوگوں کو مشکل اس لئے لگتا ہے کہ ان لوگوں کے احوال مختلف جگہوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ لہٰذا اسی مشکل کے پیش نظر میں نے اس کتاب کو تالیف کیا۔ اس کتاب میں مؤلف نے یہ منہج اختیار کیا ہے کہ ابتداء میں مؤلف نے مناقبِ صحابہ اور ان کے مراتب کے حوالے سے روایات ذکر کی ہیں۔ سب سے پہلے عشرہ مبشرہ اور ان کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کے نام حضور ﷺ کے نام سے موافقت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد باقی نام الف بائی ترتیب کے مطابق ذکر کئے ہیں۔ ہر شخصیت کے تعارف کے ساتھ مؤلف نے ایک، دو یا اس سے زیادہ روایات بھی ذکر کی ہیں، مزید اس شخصیت کا جائے پیدائش، سن ولادت اور وفات بھی ذکر کیا ہے ۔مؤلف نے کتاب میں چار ہزار دو سو پینتیس شخصیات کا تعارف اور آٹھ ہزار ایک سو پانچ آحادیث و آثار پیش کئے ہیں۔ اس کے علاوہ کتاب عللِ اخبار اور دیگر علمی و ادبی فوائد پر مشتمل ہے۔

2۔**دلائل النبوۃ:** مؤلف نے کتاب کی ابتداء مقدمہ سے کی ہے جس میں اس نے کتاب کا سبب تالیف بیان کیا ہے کہ ان سے مطالبہ کیا گیا کہ نبوت، دلائل، معجزات اور خصائص نبوی ﷺ سے متعلق منتشر روایات کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ اس کے بعد مؤلف نے رسالت، نبوت اور وحی کا معنیٰ بیان کیا ہے۔

مولف نے کتاب کو اکتیس فصول پر تقسیم کیا ہے اس کے ضمن میں انہوں نے پانچ سو پینسٹھ مسند احادیث ذکر کی ہیں، چند ایک جگہوں پر کچھ غریب احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں۔ مطبع نظامیہ حیدرآباد سے سن ۱۳۲۰ھ میں شائع ہوئی لیکن اس میں چند خامیاں تھیں، دوبارہ محمد رواس قلعہ جی اور عبد البر عباس کی تحقیق کے ساتھ سن ۱۴۰۶ و ۱۴۱۹ھ میں شائع ہوئی۔

3۔ **حلیۃ الاولیاء:** کتاب کے نام سے واضح ہے کہ یہ کتاب اولیاء، صوفیاء اور ان کے طبقات کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔ مصنف نے کتاب کے مقدمہ میں کتاب کے موضوع کے حوالے سے بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد و نصرت کے بعد وہ اس قابل ہوئے کہ اس میں انہوں نے ایک جماعت کے ناموں، ان سے مروی روایات اور ان کے کلام کو جمع کیا۔ ان ناموں کو صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد آنے والے عارفین کے طبقات کو سامنے رکھتے ہوئے جمع کیا گیا ہے۔ مزید

---

[29] ابن نقطۃ، محمد بن عبد الغني بن أبي بكر بن شجاع، أبو بكر، معين الدين الحنبلي، التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد، ت: كمال يوسف الحوت، دار الكتب العلمية، ط1408، اھ-1988م، 1/145

مقدمہ میں سببِ تالیف، اولیاء اللہ کا مقام و مرتبہ، ان کی صفات، تصوف کا معنیٰ، حدود، مادہ اصلیہ اور صوفیاء کے کلام کی انواع و اقسام بتلائی ہیں۔ حلیۃ الاولیاء نے مصنف کے دور میں اور اس کے بعد بھی خوب شہرت حاصل کی۔ کتاب کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ مصنف کتاب لکھنے کے بعد اسے نیسابور لے گئے، وہاں کے لوگوں نے اس کتاب کو چار سو دینار کے بدلہ میں خریدا۔[30] ابو طاہر سلفی کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں" لم یصنف مثلہ "اس کے مثل کتاب لکھی ہی نہیں گئی"

حاجی خلیفہ نے بھی اس کے بارے میں تعریفی کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ " وھو کتاب حسن معتبر "[31] **4. ذکر أخبار أصبہان ،5. صفۃ الجنۃ،6. دلائل النبوۃ 7. تثبیت الامامۃ و ترتیب الخلافۃ8. المسند المستخرج علیٰ صحیح مسلم9. مسند الامام أبی حنیفۃ10. فضائل الخلفاء الاربعۃ و غیرھم 11. کتاب ریاضۃ الأبدان12. جزء من حدیثہ عن شیخہ ابی علی الصواف13. ذکر من اسمہ شعبۃ14. تسمیۃ من انتہی الینا من الرواۃ عن ابی نعیم: الفضل بن دکین عالیا15. کتاب الضعفاء.** اس کے علاوہ مخطوطات کی ایک طویل فہرست ہے جو ابھی تک طباعت کے مراحل سے نہیں گزرے۔

وفات: کتبِ تراجم میں جہاں علامہ کا تعارف موجود ہے، جمہور حضرات کے نزدیک وہ بروز سوموار ۲۰ محرم الحرام ۴۳۰ھ کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ یاقوت الحموی فرماتے ہیں کہ "آپ کو مردبان کے مقام پر دفن کیا گیا"[32]۔

معرفۃ الصحابۃ کا تعارف

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مقام و مرتبہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ دین اسلام کے لئے انہوں نے جو خدمات سرانجام دیں ہیں وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں، یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے مختلف اوقات میں صحابہ کرام کی زندگیوں پر بہت سی کتب تصنیف کی ہیں، جن میں صحابہ کرام کے نام و نسب، مناقب اور ان کی زندگی کے مختلف واقعات کو جمع کیا ہے۔ انہی حضرات میں ایک نام ابو نعیم اصفہانیؒ کا بھی ہے۔ یہ کتاب صحابہ کرام پر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے، آپ اور آپ جیسے دوسرے متبحر علماء کرام نے احوالِ صحابہ پر بہت سی عمدہ معلومات جمع کی ہیں جس سے حدیث کے طالبعلم کو بہت رہنمائی ملتی ہے۔ حدیث وعلوم حدیث کے طالب علم کے لئے صحابہ کرام کے احوال سے واقفیت بہت ضروری ہے۔ اس حوالہ سے امام حاکمؒ کا قول خوب رہنمائی فراہم کرتا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ "جس شخص نے معرفۃ الصحابہ میں خوب مہارت حاصل کر لی تو وہی کامل حافظ کہلائے گا، فرماتے ہیں، میں نے مشائخ کی بڑی تعداد کو بارہا دیکھا کہ وہ کسی تابعی سے حضور ﷺ کے واسطے سے مرسل روایت نقل کرتے ہیں حالاں کہ وہ اسے صحابی سمجھ رہے ہوتے ہیں، اسی طرح وہ صحابی سے مسند روایت نقل کرتے ہیں

---

30 الذھبی، سیر اعلام النبلاء، 17/459

31 حاجی خلیفہ، مصطفی بن عبد اللہ القسطنطینی الرومی الحنفی، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، دار الکتب العلمیۃ، بیروت–لبنان، 1413-1992،1/689

32 یاقوت الحموی، معجم البلدان، 1/210

جبکہ وہ اسے تابعی سمجھتے ہیں"[33]۔ معرفۃ الصحابہ کے مقدمہ میں ابو نعیم اصفہانی نے اس کتاب کو تالیف کرنے کا سبب بیان کیا ہے۔ آپ نے بتلایا ہے کہ بعض روایات واخبار کے متلاشی حضرات نے ان سے مطالبہ کیا کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جس میں تمام صحابہ کرام سے متعلقہ تفصیلات کو ایک جگہ جمع کیا جائے، اس کا ایک سبب اور بھی ہے جسے گو کہ واضح طور پر مقدمہ میں بیان نہیں کیا لیکن ایک دوسری جگہ[34] آپ نے بتایا ہے کہ سائل کا مطالبہ یہ بھی تھا کہ ابن مندہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک اور کتاب لکھی جائے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے جابجا "بعض متاخرین[35]" کے الفاظ کہ کر ابن مندہ کے تسامحات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ کتاب ۴۲۳۵ شخصیات کے تعارف پر مشتمل ہے اس کے ساتھ ساتھ مؤلف نے ۸۱۰۵ احادیث و آثار بھی ذکر کئے ہیں، مزید براں اس کتاب میں بہت سارے علمی فوائد بھی موجود ہیں۔ کتاب کا ایک حصہ ابتداء سے لے کر حرفِ ثاء کے آخر تک دکتور محمد راضی حاج عثمان کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوا ہے، دکتور کا یہ مقالہ پی ایچ ڈی ڈگری کے حصول کے لئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پیش کیا گیا۔ اس حصہ کو مکتبۃ الحرمین نے شائع کیا ہے۔ دوسری مرتبہ عادل العزازی کی تحقیق کے ساتھ چھ جلدوں میں مکتبہ دار الوطن نے ۱۴۱۹ھ میں شائع کیا ہے۔

معرفۃ الصحابہ کا منہج واسلوب

معرفۃ الصحابہ میں مؤلف نے کثیر تعداد میں صحابہ کرام کے احوال ذکر کیے ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت اس حوالہ سے بہت زیادہ ہے کہ مؤلف نے تراجم میں احادیث، آثار واقوال مکمل سند کے ساتھ ذکر کیے ہیں اور مؤلف نے ان نایاب اسناد وطرق کا اہتمام کیا ہے جو عام مصادرِ حدیث میں نہیں پائی جاتیں۔ اس سے مؤلف کی وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب کی اسی اہمیت کے پیش نظر مؤلف کے اسلوب و منہج سے واقفیت متعدد فوائد سے خالی نہیں ہے۔

عمومی منہج: عام مؤلفین کی طرح علامہ ابو نعیم اصفہانیؒ نے بھی کتاب کی ابتداء میں مقدمہ اور اجمالی منہج بیان کیا ہے۔ اس مقدمہ کو پڑھنے کے بعد جو عمومی منہج معلوم ہوتا ہے اسے چند نکات کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے۔

1۔ مؤلف نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعارف سے پہلے، ہجرت، مہاجرین، اہل بدر، اہل حدیبیہ، قریش کی فضیلت اور قرآن کریم کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

2۔ اس کے بعد مؤلف نے ابتداءً صحابہ کے نام ذکر کر کے ان کا تعارف پیش کیا ہے۔ پھر وہ صحابہ جو کنیت سے مشہور ہیں ان کا ذکر کیا ہے، پھر ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کے نام معلوم نہیں ہیں، پھر وہ بے نام صحابہ جو کنیت سے مشہور ہیں، اس کے بعد خواتین صحابیات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں بھی پہلے والی ترتیب کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔

---

33 ابن البیع، أبو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نُعیم بن الحکم الضبي الطهماني النیسابوري، معرفة علوم الحدیث، ت: السید معظم حسین، دار الکتب العلمیة–بیروت، ط۲، 1397ه–1977م، ص24

34 الأصبهاني، أبو نعیم أحمد بن عبد اللہ بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران، معرفة الصحابة، ت: عادل بن یوسف العزازي، دار الوطن للنشر، الریاض

ط۱، 1419ه–1998م، 6/3184

35 ایضاً، 1/305، 295، 291، 254، 243

3۔ مؤلف نے عشرہ مبشرہ کو مقدم کیا ہے ان کے ساتھ ان کی بیوی اور بچوں کو بھی ذکر کیا ہے، ان کے بارے میں تفصیل اس لیے زیادہ ذکر کی ہے کہ عشرہ مبشرہ کی فضیلت مسلم ہے۔

4۔ زیادہ تر مؤلف پہلے ان صحابہ کرام کا ذکر کرتے ہیں کہ جن کی صحابیت مسلم اور یقینی ہے، آخرِ باب میں ان حضرات کا ذکر کرتے ہیں جن کی صحابیت غیر یقینی ہے اور ان کو صیغہ تمریض " **قیل** "(36) کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور اگر صحابیت کے حوالے سے وہم (37) ہو تو اس کے طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

کتاب معرفۃ الصحابہ میں مؤلف نے روایات واخبار ذکر کرنے کا خوب اہتمام کیا ہے۔ روایات میں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اقوال، افعال وتقاریر تمام شامل ہیں۔ صحابہ کرام کا تعارف کرواتے وقت مؤلف نے جہاں ان سے متعلقہ معلومات کو ذخیرۂ سیرت وتاریخ سے جمع کیا ہے وہیں ان سے نقل کردہ روایات کو بھی خوب جمع کیا ہے۔ ان روایات کو نقل کرنے میں مؤلف نے جو منہج اختیار کیا ہے ان کا بیان ذیل میں ہے۔

نقلِ روایت میں ابو نعیم اصفہانی کا منہج

روایت میں آیات کے شانِ نزول کی طرف اشارہ

مؤلف بعض مرتبہ ایسی روایات لاتے ہیں جو آیات کے شانِ نزول کی طرف مشیر ہوتی ہیں یعنی ان روایات سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ آیات کس موقعہ پر نازل ہوئی ہیں۔ جیسے آیت " **إذا جاء نصر الله والفتح** "[38] جب نازل ہوئی تو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے آیت مکمل تلاوت فرمائی اور آخر میں فرمایا کہ فتح کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہے، لہٰذا یہ آیت انقطاعِ ہجرت کا سبب تھی۔[39] انسؓ کے حوالہ سے روایت ذکر کی ہے جس کے مطابق آیت "**إنا فتحنا---**"[40] اس وقت نازل ہوئی جب آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حدیبیہ سے واپس آرہے تھے، اسی موقع پر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ جو مجھے تمام دنیا سے زیادہ پسند ہے۔ اسی موقع پر صحابہؓ کرام نے مطالبہ کیا کہ آیت " **إنا فتحنا---** " میں تو آپ مخاطب ہیں اور آپ کو فتح کی نوید سنائی گئی ہے تو ہمارا کیا معاملہ ہے ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آیت " **ليدخل المؤمنين والمؤمنات. . .** "[41] نازل فرمائی۔[42] آیت " **لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر ---** "[43] غزوۂ بدر کے موقع پر نازل ہوئی، بدر والے دن دورانِ جنگ اَبو عبیدہؓ کے والد ان کی گھات لگائے بیٹھے تھے، ابو عبیدہؓ بار بار کھسک جاتے کہ کہیں والد کا اور ان کا آمنا سامنا نہ ہو جائے لیکن والد مسلسل ایسا ہی

---

36 الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/166، 156

37 الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/296، 243

38 النصر: 1

39 الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/8

40 الفتح: 1

41 الفتح: 5

42 الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/12

43 المجادلة: 22

کرتے رہے جب کچھ نہ بن پڑی تو ابوعبیدہؓ نے موقع پاتے ہی والد کو قتل کر دیا اس موقع پر یہ آیت "جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو تم ایسا نہیں پاؤگے کہ وہ ان سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، چاہے وہ ان کے باپ ہوں یا، ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے "نازل ہوئی۔[44]

روایات میں موجود غریب الفاظ کی شرح

مؤلف بعض اوقات غریب الفاظ کی شرح کرتے ہیں اور اسی طرح رواۃ اسناد کے تعارف کے دوران ان پر جرح بھی کرتے ہیں۔ جیسے ابودجانہ سے مروی روایت میں ان سے منقول شعر کا ذکر کیا ہے **"أنا الذي عاهدني خليلي ... ونحن بالسفح لدى النخيل ،أن لا أقوم الدهر في الكيول ... أضرب سيف اللهوالرسول**[45]

الكيول: المرأة یہاں لفظ کیول کی مراد عورت بتلائی ہے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ روایت ذکر کرتے ہیں فالتفت النبي صلى الله عليه وسلم فقال: ((لا أماتك الله، أو لا مت، إلا بالوزغ قال: فما قام حتى ارتعش)) . قال: والوزغ: الارتعاش[46] اس روایت میں لفظ وزغ کی شرح ارتعاش یعنی کپکپانا سے کی ہے۔

شیوخ سے نقل روایت میں منہج: صحابہ کا تعارف کرواتے ہوئے ابونعیم نے اکثر و بیشتر مقامات پر احادیث اپنی سند سے ذکر کی ہیں ،مؤلف نے روایات کی تخریج میں کسی متعین ضابطہ کا خیال نہیں رکھا ہے۔ کبھی مؤلف صحابی سے مروی ایک روایت ذکر کرتے ہیں، کبھی ایک سے زیادہ اور کبھی ایسا موقع بھی ہوتا ہے کہ اس صحابی سے روایت منقول نہ ہونے کی وجہ سے ایک روایت بھی ذکر نہیں کرتے۔ عام طور پر مؤلف اپنے شیوخ سے روایات، صیغۂ تحدیث کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور کبھی کبھار اجازت و کتابت کے طور پر نقل کردہ روایات بھی ذکر کرتے ہیں جیسے **"أخبرناه محمد بن محمد بن يعقوب، إجازة، حدثنا سعيد بن سعدان البغدادي،--- سألت أبا العالية: أدركت النبي صلى الله عليه وسلم؟---** "[47]" **أ خبرنا خيثمة إجازة، ثنا ابن أبي مسرة، ثنا إبراهيم بن عمرو بن أبي صالح---" "أخبرناه خيثمة، إجازة، ثنا أبو قلابة الرقاشي، ثنا جعفر بن جسر بن فرقد، عن أبيه، عن الحسن، عن حنظلة الأسيدي، قال: كنت أكتب بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم---"**[48] کتابت کے طور پر نقل کردہ روایات **"وهو ما أخبرنا الحسن بن منصور أبو القاسم الحمصي، فيما كتب إلي سعيد بن عبد الرحمن الترخمي، ثنا جعفر بن عبد الله السالمي، عن الربيع بن بدر، عن راشد الحماني، عن ثابت البناني، عن محمد بن عبد الله بن أبي بن سلول، قال: أتانا رسول الله صلى الله عليه وسلم---"**[49] **"أخبرني محمد بن إبراهيم بن مروان أبو عبد الله الدمشقي، فيما كتب إلي، وحدثني عنه**

---

[44] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/149

[45] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 3/1436

[46] ایضا، 5/2755

[47] ایضا، 2/1069

[48] ایضا، 2/856

[49] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/199

محمد بن إبراهيم، وغيره، ---- أن النبي صلى الله عليه وسلم دعا أبا حارثة إلى الإسلام فشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم "[50] بعض مرتبہ شیخ کا ذکر کیے بغیر حدثنت عنہ کے الفاظ ذکر کرتے ہیں۔ جیسے "حدثت، عن المنيعي، قال: ثنا قطن بن نسير، ثنا جعفر بن سليمان، عن حميد الأعرج، عن مجاهد، عن الحارث بن سويد، أنه أسلم وكان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم لحق بقومه ثم أسلم"[51] "حدثت عن عبد الله بن محمد المنيعي، ثنا محمد بن إسحاق، ثنا الحسن بن موسى الأشيب، ثنا حماد بن سلمة، عن ثابت، عن حبيب بن سبيعة، عن الحارث " أن رجلا كان جالسا عند النبي صلى الله عليه وسلم فمر رجل ---"[52] "حدثت، عن إبراهيم بن دحيم، ثنا هشام بن عمار، ثنا صدقة بن خالد، عن عثمان بن أبي العاتكة، حدثني أخ لي يقال له: زياد: أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا رأى الهلال قال: اللهم بارك لنا في شهرنا هذا الداخل"۔[53]

دلائل النبوۃ والی روایات: مؤلف ابو نعیم اصفہانیؒ نے صحابہ کرام کے تعارف کے ذیل میں ایسی روایات بھی ذکر کی ہیں جن میں علاماتِ نبوت کا بیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ وہ واحد نبی ہیں کہ جن کی نبوت کی گواہی نہ صرف جن وانس نے دی بلکہ بے جان اشیاء بھی اس نبوت کو تسلیم کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ایک روایت ابو عبد اللہ ساعدۃ الہذلی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم اپنے "سواع" نامی بت کے پاس چند بیمار بکریاں لے گئے تھے اصل میں ہم اس سے برکت حاصل کرنا چاہتے تھے، جب قریب گئے تو بت کے پیٹ سے آواز آئی کہ اب جنات کا بس نہیں چلتا بلکہ ہمیں تو اس نئے آنے والے نبی کی وجہ سے شعلے مار کر بھگا دیا جاتا ہے لہٰذا اب ہم بے بس ہیں، یہ بات سن کر میں اپنی بکریوں کے ریوڑ کو لے کر واپس آرہا تھا کہ راستے میں میری ملاقات ایک آدمی سے ہوئی جس نے رسول اللہ ﷺ کی آمد کی نوید سنائی۔[54] ایک اور روایت میں بھی عبد عمرو بن جبلہ کے ایمان لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ان کا ایک بت تھا جس کا نام عتر تھا، لوگ اس کی بہت تعظیم کرتے تھے ایک مرتبہ وہ بت کے پاس موجود تھے کہ غیب سے آواز آئی اے بکر بن جبل کیا تم "محمد" کو جانتے ہو؟--- اس کے بعد اپنے ایمان لانے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔[55] حضور ﷺ کی زندگی میں بارہا ایسے واقعات پیش آئے جو آپ کے نبی ہونے کی بین دلیل ہیں۔ خصوصا آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر غیب کی ایسی خبریں دیں جو نبی کے علاوہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔ علامہ اصفہانیؒ نے سعد بن ابی وقاص کی روایت نقل کی ہے کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کے پاس آتا ہے اور والد کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ صلہ رحمی کرتا تھا اور ایسا ایسا کرتا تھا تو اب وہ کہاں ہو گا؟ آپ ﷺ

---

[50] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 2/747

[51] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 2/807

[52] ایضا

[53] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 2/894

[54] ایضا، 3/1448

[55] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/421

نے فرمایا کہ وہ تو جہنم میں ہو گا۔۔۔[56] ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے ان میں ابو بکر (خلیفہ وقت کی حیثیت سے) تھوڑا عرصہ ہی رہیں گے۔[57] حضرت علی بن ابی طالب جو آپ ﷺ کے چچا زاد تھے سفر و حضر میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہے کئی مواقع پر آپ ﷺ نے انہیں ایسی خبریں دیں جو بعد میں سچ ثابت ہوئیں۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کل یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائیں گے، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ ورسول اس سے محبت کرتے ہیں لہٰذا آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور جھنڈا عطا فرمایا۔[58] آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو پیشن گوئی کی تھی کہ آپ شہید ہوں گے اس بات کا آپ کو اسقدر یقین تھا کہ شدید بیمار ہونے کے باوجود بھی آپ فرماتے ہیں میں ابھی نہیں مروں گا۔ فضالہ بن ابی فاضلہ انصاری اپنے والد کے ساتھ حضرت علیؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے ہیں اس موقع وہ شدید بیمار تھے، ابو فاضلہ انصاری نے ان سے کہا کہ آپ یہاں کیوں قیام پزیر ہیں؟ اگر آپ مر گئے تو یہاں تو صرف جہینہ قبیلہ کے بدو ہی ہیں۔۔۔ حضرت علیؓ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ میں اس تکلیف سے کبھی نہیں مر سکتا اس لیے کہ حضور ﷺ نے مجھے وصیت کی ہے، میں اس وقت تک نہیں مروں گا کہ جب تک امیر نہ بن جاؤں اور اپنی دھاڑی کو خضاب نہ لگالوں۔[59] مؤلف اَبو نعیم اصفہانی جہاں صحابہ سے نقل کردہ روایات کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہاں غیر معمولی روایات یعنی جن میں انوکھے واقعات کا تذکرہ ہوتا ہے انہیں بھی کتاب کی زینت بناتے ہیں۔ جیسے اُھبان بن اُوس اَسلمی کے ایمان لانے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ اُھبان نے حضور ﷺ کو اپنے اور بھیڑیا کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا ہے، جس گفتگو میں بھیڑیا واضح طور پر حضور ﷺ کی نبوت کی گواہی دیتا ہے اور اھبان اسلام قبول کر لیتے ہیں۔[60] ایک دوسری جگہ واقع نقل کرتے ہیں کہ خاندانِ بنو معاویہ کے درمیان جھگڑا ہو گیا حضور ﷺ صلح کروانے کے لیے تشریف لے گئے، آپ ﷺ ایک قبر کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں "لَا دَرَيْتَ" یعنی تجھے معلوم نہیں ہے، آپ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا جاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ اس مردہ سے میرے بارے میں سوال کیا گیا تو اس کا جواب تھا "لَا أَدْرِي" میں نہیں جانتا۔[61]

وہ صحابہ کرام جن کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمایا

مسنون دعاؤں والی روایات: صحابیٔ رسول ﷺ شکل بن حمید فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، ان سے درخواست کی کہ اے اللہ کے نبی مجھے ایسے کلمات سکھا دیں جن کے ذریعے میں اللہ کی پناہ حاصل کر لوں، آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے یہ کلمات سکھائے" **قل أعوذ بك من شر سمعي، وشر بصري، وشر لساني، وشر قلبي، وشر منيي**

[56] ایضا، 1/139

[57] ایضا، 1/407

[58] ایضا، 1/85

[59] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/84

[60] ایضا، 1/289

[61] ایضا، 1/407

"" آپ کہہ دیجئیے (اے اللہ) میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اپنے کانوں کے شر سے، اپنی آنکھوں کے شر سے، اپنی زبان کے شر سے اور اپنے دل کے شر سے اور اپنی منی کے شر سے" میں نے ان کلمات کو خوب محفوظ کر لیا۔[62] خنبش ؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ پہاڑوں اور گھاٹیوں کی طرف سے شیاطین آپ ﷺ کی طرف لپکے ان میں ایک شیطان ایسا بھی تھا جو ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھامے ہوئے تھا وہ حضور ﷺ کو جلانے کا ارادہ رکھتا تھا، حضور ﷺ اس کو دیکھتے ہی گھبرا گئے، اتنے میں جبرئیل ؑ تشریف لائے اور حضور ﷺ کو یہ کلمات پڑھنے کو کہا" **أعوذ بكلمات الله اللاتي لا يجاوزهن بر، ولا فاجر، من شر ما خلق، وذرأ، وبرأ، ومن شر فتن الليل والنهار، ومن شر كل طارق، إلا طارقا يطرق بخير يا رحمن**"" میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کلمات کے ذریعے، کہ ان سے نہ کوئی نیک تجاوز کرتا ہے اور نہ کوئی بد، اس کی تمام مخلوقات سے جسے اس نے پیدا فرمایا عدم سے وجود بخشا اور رات اور دن کے فتنوں کے شر سے اور ہر کھٹکھٹانے والے کے شر سے، مگر وہ آنے والا جو خیر و بھلائی کے ساتھ آئے، اے رحمن۔" راوی فرماتے ہیں کہ ان کلمات کے پڑھتے ہی شیاطین کی آگ بجھ گئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست سے دوچار کیا۔[63] ایک نابینا صحابی آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور گزارش کی کہ پیارے نبی ﷺ، اللہ سے میرے لیے دعا کیجئے کہ میں بینا ہو جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے تو میں تیرے لیے دعا کر دوں گا، اور اگر تو چاہے کہ میں دعا کو تیرے لیے مؤخر کر دوں تو تیرے لیے بہتر ہو گا، تو وہ شخص کہنے لگا کہ دعا فرما دیجئے، آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ پہلے اچھی طرح وضوء کرو، دو رکعات نفل پڑھو، اور ان الفاظ سے دعا مانگو" **اللهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ فَتُقْضَى لِي، اللهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ** "-[64] اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور میں آپ کی طرف آپ کے رحمت والے نبی کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد میں اپنی اس حاجت میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ میری ضرورت پوری ہو جائے، اے اللہ ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ آپ ﷺ نے ہر موقع کی دعائیں صحابہ ؓ کو سکھائیں سفر و حضر، غمی خوشی، بیماری و صحت غرض صبح اٹھنے سے لے کر رات سونے تک آپ ﷺ نے تمام مواقع کے بارے میں صحابہ کو تعلیم دی کہ کیسے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے۔ بدر بن عبد اللہ مزنی نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے کہا کہ اللہ کے رسول میں ایک جنگجو شخص ہوں، میرا مال نہیں بڑھ رہا تو آپ ﷺ نے فرمایا بدر بن عبد اللہ جب صبح اٹھو تو ان کلمات کو پڑھ لو" **بسم الله على نفسي، بسم الله على أهلي ومالي، اللهم رضني بما قضيت لي، وعافني فيما أبقيت حتى لا أحب تعجيل ما أخرت، ولا تأخير ما عجلت**"[65]" میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتا ہوں اپنی جان پر، اہل و عیال اور مال پر، اے اللہ جو تو نے میرے حق میں فیصلہ فرمایا ہے مجھے اس پر راضی فرما دے، اور جو تو نے باقی رکھا اس میں مجھے عافیت نصیب فرما، تاکہ جو تو نے مؤخر کیا اس میں جلدی اور جو جلدی دیا اس میں تاخیر کو پسند نہ کروں" صحابیٔ رسول فرماتے ہیں کہ میں یہ کلمات پڑھا کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے میرے

---

[62] ایضا، 3/1490

[63] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 4/1836

[64] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 4/1958

[65] ایضا، 1/438

مال میں خوب اضافہ فرمایا میرا قرض اتر گیا اور میں خوشحال ہو گیا۔ ولید بن ولید مغیرہ، نیند میں ڈر جاتے انہوں نے حضور ﷺ کو بتایا کہ یہ معاملہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم لیٹ جاؤ تو یہ الفاظ کہو" إِذَا اضْطَجَعْتَ لِلنَّوْمِ فَقُلْ: بِسْمِ اللهِ، أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ غَضَبِهِ، وَعِقَابِهِ، وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ، وَأَنْ يَحْضُرُونِ " "جب آپ آرام کرنے لگیں تو (یہ کلمات) کہیں "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے اس کی پناہ میں آتا ہوں اس کے غصے سے، عذاب سے اور اس کے شرارتی بندوں سے، شیاطین کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ (وسوسے) میرے پاس حاضر ہوں" صحابی نے یہ الفاظ کہنے شروع کیے تو یہ تکلیف جاتی رہی، عبد اللہ بن عمرؓ کا یہ معمول تھا کہ جب ان کا کوئی بچہ بالغ ہو جاتا اسے یہ الفاظ سکھاتے اور جو بچے چھوٹے ہوتے ان الفاظ کو یاد نہیں کر سکتے تھے تو لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیتے۔66 ایک مرتبہ نماز کی حالت میں حضور ﷺ کو بچھو نے ڈنگ مارا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس بچھو پر، یہ نمازی اور غیر نمازی کسی کو بھی نہیں چھوڑتا ڈس لیتا ہے، پھر آپ ﷺ نے پانی اور نمک منگوا کر اس جگہ ملا، ساتھ ہی" قل ھو اللہ أحد، و قل أعوذ برب الفلق، و قل أعوذ برب الناس" پڑھتے جاتے۔67

عثمان بن ابی العاص ثقفی حضور ﷺ کے پاس آئے تکلیف سے بے حال تھے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنا دایاں ہاتھ تکلیفوالی جگہ پر رکھیں اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں " بسم الله، أعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما أجد ""(میں شروع کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ کے نام سے، اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کی مدد سے موجودہ تکلیف سے اس کی پناہ میں آتا ہوں" صحابیؓ نے ایسا ہی کیا، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں صحت یاب ہو گیا۔68

سلسلۂ سند بیان کرنے میں منہج

سند میں اضطراب کی وضاحت: ابو نعیم اصفہانیؒ علم جرح و تعدیل میں بڑی مہارت رکھتے ہیں، عام طور پر سند میں موجود رواۃ پر گفتگو نہیں کرتے لیکن جب کہیں مسئلہ پیش آجائے اور سند میں جھول ہو تو اسے خوب تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور کمزوری کی نشاندہی کرتے ہیں جیسے آپ نے مندرجہ ذیل سند میں اضطراب کی وجہ حمیل بن زید کے ضعف کو قرار دیا ہے۔ورواه يحيى بن يوسف الزمي، عن أبي معاوية، عن حميل بن زيد، عن زيد بن كعب، وقيل: عن حميل بن زيد، عن عبد الله بن عمرو نحوه، والاضطراب فيه من جهة حميل بن زيد لضعفه وسوء حفظه،[69] سند میں اگر کوئی ایسا راوی آجائے جو مختلف فیہ ہو تو مصنف اس کے بارے میں خوب وضاحت کرتے ہیں علماء کے اقوال نقل کر کے اس شخصیت کو نمایاں کر دیتے ہیں، جیسے محمد بن سعد کے بارے میں قاضی ابو احمد کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ صحابہ میں شامل ہیں مزید یہ کہ وہ ارسال بھی کرتے ہیں۔70 روایت میں اگر کوئی ایسا شخص آجائے جو غیر معروف ہو تو مصنف اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور معروف کو

---

66 الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 5/2727

67 ایضا، 4/1969

68 ایضا، 4/1963

69 ایضا، 3/1271

70 الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/195

ذکر کرتے ہیں جیسے سند " عن أبي هريرة أن عمرو بن الشريد جاء بخادم سوداء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ---" آپ نے عمرو بن شرید کا ذکر کیا ہے جبکہ دوسری روایت میں محمد بن شرید مذکور ہے۔ اس بات کو آپ نے راوی کا وہم قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ شرید کی اولاد میں عمرو تو معروف ہے جبکہ محمد بن شرید غیر معروف ہے۔[71]

[71] ایضا، 1/194

سند میں کمزور راوی کو ذکر کرتے ہیں: امام ابو نعیم اصفہانی رواۃ کے احوال سے خوب واقف ہیں، آپ موقع بہ موقع سند میں موجود رواۃ پر گفتگو فرماتے ہیں۔ اگر سند میں کوئی ایسا راوی آجائے جو کمزور ہو تو آپ اس کی نشاندہی فرماتے ہیں، اور اس کے ضعف کا برملا اظہار کرتے ہیں جیسے ابو عبیدہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ضعیف ہیں روایات کو صحیح طرح سے محفوظ نہیں کرتے، 72 ایسے ہی عبد اللہ بن عمرو الواقفی بصری کو ضعیف ذکر کیا ہے۔ 73 بعض مرتبہ کسی دوسرے محدث کا قول نقل کرتے ہیں جیسے آپ نے منیعی کا قول نقل کیا ہے کہ عبد الرحمٰن بن عمرو انتہائی کمزور راوی ہے،" قال المنيعي: وعبد الرحمن بن عمرو هو: ابن جبلة , ضعيف الحديث جدا" 74 **نام میں اختلاف کا ذکر کرتے ہیں** علامہ ابو نعیم اصفہانیؒ حافظِ حدیث ہیں ،اسی طرح آپ ماہرِ علم جرح وتعدیل اور مؤرخ بھی ہیں۔ سند میں ذکر کردہ راوی کے نام میں اگر اختلاف ہو تو وضاحت کی خاطر اسے ذکر کرتے ہیں۔ محدثین اور مؤرخین کا جس نام میں اختلاف ہوتا ہے تو اسے مختلف اقوال کی روشنی میں ذکر کرتے ہیں اور تعیین کی غرض سے راجح قول کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ جیسے محمد بن صفوان انصاری کے نام میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے ان کا نام ذکر کیے بغیر صرف کنیت پر اکتفا کیا ہے وہ ابنِ صفوان بتاتے ہیں، بعض نے عبد اللہ بن صفوان جبکہ بعض نے خالد ذکر کیا ہے۔ ان تمام کے برعکس شعبہ نے عاصم سے جو روایت نقل کی ہے اس میں بلا تردد محمد بن صفوان ہی ذکر کیا ہے۔ **اختلف أصحاب داود عليه في اسم ابن صفوان، فمنهم من قال: ابن صفوان ولم يسمه، ومنهم من قال: عبد الله بن صفوان، ومنهم من قال: خالد، ورواه شعبة، عن عاصم فلم يشك**75

---

72 ایضا، 5/2577

73 ایضا، 3/1425

74 ایضا، 5/2565

75 الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/173

تابعی وغیر تابعی کو نمایاں کرتے ہیں: سند ذکر کرتے وقت ابو نعیمؒ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ وہ صحابی اور تابعی کو نمایاں کرتے ہیں اگر کسی کو وہم ہوا ہے اور اس نے تابعی کو غلطی سے صحابی کی فہرست میں شامل کر دیا تو اس غلطی کی نشاندہی کرتے ہیں اور اپنے موقف کی تائید میں روایت بھی ذکر کرتے ہیں۔ جیسے محمد بن قیس بن مخرمہ تابعی ہیں جبکہ بعض لوگوں نے ان کو صحابہ کی فہرست میں شامل کر دیا ہے، روایت "عن محمد بن قيس بن مخرمة، عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال" ذکر کی ہے۔ ابو نعیمؒ نے محمد بن قیس بن مخرمہ کو تابعی بتایا ہے، دلیل کے طور پر یہی روایت اس سند "عن محمد بن قيس بن مخرمة، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم--- **"کے ساتھ ذکر کی ہے۔** محمد بن قيس بن مخرمة بن المطلب بن عبد مناف بن قصي وهو من التابعين، فأدخله بعض الواهمين في جملة الصحابة، فذكر عنه ما – حدثناه أبو بكر الطلحي، قال: ثنا أبو حصين القاضي، ثنا أحمد بن عبد الله بن يونس، ثنا سفيان، عن عبد الله بن المؤمل، عن محمد بن عباد بن جعفر، عن محمد بن قيس بن مخرمة، عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: «من مات في أحد الحرمين بعثه الله يوم القيامة آمنا» وصله الفريابي، عن الثوري فقال فيه: عن أبيه حدثناه عبد الله بن محمد بن جعفر، ثنا محمد بن أحمد بن راشد، ثنا محمد بن خلف، ثنا الفريابي، ثنا سفيان، عن عبد الله بن المؤمل، عن محمد بن عباد المخزومي، عن محمد بن قيس بن مخرمة، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من مات في أحد الحرمين بعث يوم القيامة ملبيا»[76]

روایات کی حیثیت پر کلام: علامہ ابو نعیم جب روایات ذکر کرتے ہیں تو ان پر بعض اوقات حکم لگاتے ہیں۔ روایت صحیح ہے، منقطع یا مرسل ہے اس طرف اشارہ کرتے ہیں اور بعض مرتبہ حکم ذکر نہیں بھی کرتے۔ بعض مرتبہ جب حدیث پر یقینی طور پر حکم نہ لگائیں تو "ان كان محفوظا[77] یا "ان صح"[78] کے الفاظ ذکر کرتے ہیں۔ اگر سند میں کہیں ضعف ہو تو اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں، راوی کی نشاندہی بھی کرتے ہیں جیسے ابو معمر والی سند کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ یہ سند غیر معروف ہے۔[79]

ابو نعیم سند پر جب کلام کرتے ہیں تو بعض مرتبہ ابتداء میں ہی وضاحت فرماتے دیتے ہیں جیسے ابو وداعہ سہمی کے ترجمہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ "أبو وداعة السهمي في إسناد حديثه مقال، ذكره المتأخر، وأخرج له"[80] اور عبد اللہ ابو زہیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ "روى عنه ابنه، ولا يصح وفي إسناده اختلاف"[81] اور بعض مرتبہ روایت کے آخر میں اس کا حکم ذکر کرتے ہیں۔ " قال أحمد بن عمرو: إسناده حسن، وذكره المتأخر من حديث إبراهيم بن المنذر

---

[76] ایضا، 1/195

[77] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 2/2، 838/904

[78] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 2/636

[79] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 6/3032

[80] ایضا، 6/3044

[81] ایضا، 3/1663

الحزامي، فقال: مالك بن عبيدة بن مسافع"[82] اسی طرح عبد الرحمٰن بن عمرو کے حوالے سے منیعی کا قول نقل کرتے ہیں کہ" وعبد الرحمن بن عمرو هو: ابن جبلة , ضعيف الحديث جدا"[83] ابو نعیمؒ نہ صرف حدیث کے ضعف اور اس میں موجود وہم کی طرف اشارہ کرتے ہیں بلکہ اس کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں کہ کس وجہ سے کجی ہے؟ جیسے "ذكر عمران بن الحصين في هذا الحديث وهم منكر؛ لأن الحكم، وعمران كانا يسكنان البصرة، وإنما هو عمر بن الخطاب المخاطب بأمير المؤمنين، لا عمران بن حصين"[84] علامہ ابو نعیمؒ بعض مرتبہ روایت میں موجود ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن "ضعیف" کی اصطلاح استعمال نہیں کرتے بلکہ دیگر تراکیب کا استعمال کرتے ہیں۔ جیسے " في إسناده مقال"[85] ثعلبہ بن زہیب کے حوالے سے فرماتے ہیں" في إسناد حديثه إرسال وضعف"[86] اور دخان ابو شعبہ کے بارے میں بھی فرمایا کہ" وفي إسناد حديثه وهم"[87]۔ ابو نعیم اصفہانیؒ جب حدیث کے آخر میں حکم ذکر کرتے ہیں اور صحت کے بارے میں بتاتے ہیں تو بسا اوقات تائید کے طور پر دوسرے مصادر کا ذکر بھی کر دیتے ہیں جن میں یہ حدیث مذکور ہوتی ہے۔ جیسے ابو موسیٰ کے حوالے سے روایت ذکر کی ہے، اس کے آخر میں فرماتے ہیں کہ " هذا حديث صحيح، أخرجه مسلم في صحيحه،۔۔۔"[88]۔ اسی طرح ایک دوسری روایت جس کے راوی حضرت عمرؓ ہیں، کے آخر میں فرماتے ہیں" هذا حديث مجمع على صحته، أخرجه البخاري في صحيحه"[89]۔ کبھی صرف حکم ہی ذکر کرتے ہیں مخرج کا ذکر نہیں کرتے، انس بن مالکؓ سے مروی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "هذا هو الصحيح"[90]۔ مصنفؒ جب روایت ذکر کرتے ہیں تو راوی کی ثقاہت کو بھی بیان کرتے ہیں، بعض مرتبہ شروع میں بیان کرتے ہیں جیسے خضر بن محمد کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ" ثنا الخضر بن محمد، وهو ثقة"[91]۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ پر روایت کے شروع میں مخلد بن مالک نیسابوری کی ثقاہت کو بیان فرمایا ہے۔[92] کبھی کبھار مصنف روایت کے آخر میں بھی راوی کی ثقاہت بیان کرتے ہیں جیسے میمون بن سیاہ

---

[82] ایضا، 5/2641

[83] ایضا، 5/2565

[84] ایضا، 2/713

[85] ایضا، 1/350

[86] ایضا، 1/500

[87] ایضا، 2/1017

[88] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/193

[89] ایضا، 1/256

[90] ایضا، 4/1865

[91] ایضا، 4/2249

[92] ایضا، 2/580

کے بارے میں نقل کیا ہے، "میمون بن سیاه، وهو ممن يجمع حديثه في البصريين ثقة"[93]۔راوی کی ثقاہت بیان کرنے کے لیے بعض مرتبہ مصنف دوسرے محدثین کے قول کا سہارا بھی لیتے ہیں۔ جیسے قاضی ابو فروہ کا قول مسلم بن سالم جہنی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں۔" قال القاضي أبو فروة: هذا هو مسلم بن سالم الجهني كوفي ثقة"[94]۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ خصوصی تعلق کے بیان میں روایات

صحابہ کی حضور ﷺ کے ساتھ اور حضور ﷺ کی ان کے ساتھ محبت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور ﷺ اکثر خوشی و غمی کے موقع پر ان کے ساتھ شریک ہوتے۔جب کسی صحابی کے گھر کوئی بچہ پیدا ہوتا تو برکت حاصل کرنے کی غرض سے حضور ﷺ کے پاس گھٹی دلوانے کے لیے لے جاتے۔ لما ولد محمد بن طلحة بن عبيد الله أتيت به رسول الله صلى الله عليه وسلم ليحنكه ويدعو له جیسے محمد بن طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے موقع پر ایک خاتون ان کو حضور ﷺ کے پاس لاتی ہیں، حضور ﷺ نے ان کو گھٹی دی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔[95]اسی طرح ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے کی نعمت سے نوازا تو وہ اسے دربارِ نبوی ﷺ میں لاتے ہیں، حضور ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا، کھجور کی گھٹی دی اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔[96]حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت بے لوث تھی۔انہیں ہر لمحہ اپنی جان سے زیادہ حضور ﷺ کی جان کی فکر رہتی تھی۔ہر صحابی کو کوشش ہوتی تھی کہ وہ حضور ﷺ کے لیے خدمات سرانجام دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک رات حضور ﷺ ان کے پہلو میں آرام فرمارہے تھے، فرمانے لگے کاش کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ آج کی رات میری چوکیداری کرے ابھی ہمارے درمیان یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ اچانک سے ہم نے اسلحہ کی آواز سنی آپ ﷺ نے پوچھا کون ہو؟ جواب آیا کہ میں سعد بن ابی وقاص ہوں آپ کی چوکیداری کے لیے حاضر ہوا ہوں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں وہ نگرانی کرتے رہے اور حضور ﷺ خوب مزے کی نیند سوئے۔[97] صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے جانی قربانی کے لیے تیار رہتے ایسے ہی مالی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے۔وقتاً فوقتاً حضور ﷺ کو تحفے اور ہدایا پیش کرتے، حضور ﷺ بڑی خوشی سے قبول فرماتے۔رفاعہ بن زید الجذامی صلح حدیبیہ کے زمانے میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدعم نامی غلام آپ ﷺ کو تحفہ میں دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک تحریر بھی لکھ دی جس میں درج تھا کہ اپنی قوم میں جاکر میرا پیغام لوگوں کو پہنچا دیں۔[98] شداد صحابیٔ رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شہد کا تحفہ پیش کیا۔ آپ ﷺ کے استفسار پر

---

[93] ایضا، 1/249

[94] ایضا، 1/85

[95] ایضا، 1/167

[96] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/208

[97] ایضا، 1/134

[98] ایضا، 2/81-1080

بتایا گیا کہ یہ شہد یمامہ کے قریب "ھدی" نامی وادی سے لایا گیا ہے۔[99] صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس بے لوث محبت کے مظاہر عام تھے۔ ہر عام و خاص نے اس کا مظاہرہ کیا۔ اور حضور ﷺ نے بھی موقع بموقع اس کا اظہار کیا۔ حضرت جعفر بیان کرتے ہیں کہ جب میں نجاشی کے پاس سے مدینہ آیا (فتح مکہ کے موقع پر) تو آپ ﷺ نے مجھے ملتے ہی گلے لگا لیا اور بے ساختہ فرمانے لگے، مجھے پتہ نہیں کہ آج جو میں اتنی خوشی محسوس کر رہا ہوں وہ خیبر فتح کرنے کی وجہ سے یا جعفر کی آمد پر ہے۔[100] صحابہ کرام کی محبت مثالی تھی، صحابہ نے حضور ﷺ سے جو محبت کی وہ ہر رشتہ پر مقدم تھی۔ اس محبت کا عملی مظاہرہ اس وقت دیکھنے کو ملتا ہے جب حضرت زید بن حارثہ کے بھائی حضرت جبلہ بن حارثہ حضور ﷺ کے پاس فریادی بن کر آئے اور اپنے بھائی کو ساتھ لے جانے کی درخواست کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ کے بھائی وہ موجود ہیں جاؤ اور اسے ساتھ لے جاؤ اگر وہ جانا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ حقیقی محبت جلوہ گر ہوتی ہے، بھائی کی طرف سے جو جواب ملتا ہے اسے تاریخ نے سنہرے الفاظ کے ساتھ محفوظ کیا ہے "کہ میں آپ ﷺ کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ رہنے کے لیے تیار نہیں"۔ اس بات کو بڑے بھائی جبلہ نے بھی بُرا محسوس نہیں کیا بلکہ آپ کے الفاظ بھی یہ تھے کہ میرے بھائی کی رائے (یعنی ساتھ نہ جانے کے حوالے سے) مجھ سے بہتر تھی۔[101] صحابہ کرام نے صرف حضور ﷺ کی ذات سے ہی محبت نہیں کی بلکہ ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ حضور ﷺ کے جسم سے نکلنے والے فضلات کو بھی اپنے لیے باعثِ شفاء خیال کرتے۔ سفینہ ابو عبد الرحمٰن حضور ﷺ کے غلام تھے، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے پچھنے لگوائے تو انہیں کہا کہ جاؤ اور اس (فاضل) خون کو جانوروں و پرندوں سے بچا کر کہیں (دور) ٹھکانے لگا آؤ، فرماتے ہیں کہ میں اسے لے کر حضور ﷺ کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور خون پی ڈالا، پھر حضور ﷺ نے مجھ سے (خون کے بارے میں) پوچھا تو میں نے انہیں صاف صاف بتا دیا، یہ بات سن کر حضور ﷺ مسکرانے لگے۔[102]

سیرت کے نادر الوقوع ونایاب واقعات والی روایات

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام جہاں والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، آپ کی نبوت و رسالت کو نہ صرف انسانوں نے تسلیم کیا بلکہ کائنات کی ہر چیز نے آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ سفینہ ابو عبد الرحمٰن جو حضرت ام سلمہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور حضور ﷺ کے خادم تھے وہ اپنے ساتھ پیش آنے والا ایک عجیب واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ "ایک مرتبہ سمندری راستے سفر کے دوران میری کشتی تباہ ہو گئی تو میں اس کے ایک ٹوٹے ہوئے تختے پر سوار ہو گیا، اس تختے پر بیٹھے بیٹھے میں جنگل میں جا پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے ایک شیر کھڑا ہے میں نے اس سے کہا کہ اے ابو حارث میں سفینہ، حضور ﷺ کا خادم ہوں (یہ سنتے ہی) ہی اس نے اپنا سر جھکا لیا اور اپنے کاندھے سے مجھے آگے دھکیلنے لگا جیسے سیدھا راستہ دکھا رہا ہو، جب میں اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل

---

[99] ایضاً، 3/1459

[100] ایضاً، 2/515

[101] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 2/587

[102] ایضاً، 3/1391

پڑا وہ تو پست آواز میں کچھ کہہ رہا تھا مجھے یوں لگا کہ جیسے وہ الوداع کہہ رہا ہو۔[103] مؤلف ابو نعیمؒ بعض مرتبہ ایسی روایات بھی لائے ہیں جن میں حضور ﷺ نے نیک فال لیا ہے۔ مؤلف مالک بن اوس اسلمی کے واسطے سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق ہجرت کرنے لگے تو ان کا گزر جحفہ میں ایک اونٹ پر ہوا، حضور ﷺ نے پوچھا کہ اونٹ کس کا ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ "قبیلہ اَسلم" کے کسی آدمی کا ہے، تو آپ ﷺ ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ نے چاہا تو سلامت و محفوظ رہو گے۔ پھر اس شخص کا نام پوچھا تو اس نے مسعود بتایا، دوبارہ حضرت ابو بکر صدیق کی طرف موڑ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے تم خوش بخت ٹھہرے۔۔۔[104] اس روایت میں آپ ﷺ نے لفظ "اسلم" قبیلہ کے نام سے نیک فال لے کر حضرت ابو بکر صدیق سے فرمایا کہ تم محفوظ و مامون ہو گئے، اور "مسعود" جو اس شخص کا نام تھا، اس سے نیک فال لے کر فرمایا کہ تم خوش بخت اور کامیاب ہو گئے ہو۔ اس وقت چونکہ آپ ﷺ ہجرت کر رہے تھے تو ان کٹھن حالات میں آپ ﷺ نے ان ناموں سے نیک فال لیا اور مثبت سوچ سوچنے کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجے میں آپ ﷺ نے ابو بکر کو کامیابی کی نوید سنائی۔ ایسے ہی سہیل بن عمرو بن عبد شمس جب حدیبیہ والے دن مذکرات کے لیے تشریف لائے تو حضور ﷺ نے ان کے نام سے نیک فال لیا اور فرمایا کہ "سهل لكم أمركم "یعنی اب تمہارا معاملہ آسان ہو گیا ہے۔[105]

مؤلف ابو نعیمؒ نے سیرت کی بعض ایسی نادر الوقوع روایات کا بھی ذکر کیا ہے جو عام طور سے دوسری کتابوں میں نایاب ہیں۔ جیسے عبد الحمید بن جعفر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید نے اپنی ٹوپی میں حضور ﷺ کے موئے مبارک محفوظ کیے ہوئے تھے، خالد بن ولید فرمایا کرتے کہ جب بھی میرا کسی فریق سے مقابلہ ہوتا تو میں ضرور ان بالوں کو اپنے سر پر (ٹوپی میں) رکھتا تھا، انہی کی (برکت) کی وجہ سے میں فتح سے ہمکنار ہوتا۔[106] ایک اور روایت نقل کی ہے، انس بن مالک راوی ہیں کہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے بال منڈوائے تو حضرت ابو طلحہ کو بال تھما دیئے اور فرمایا کہ انہیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔[107] حضور ﷺ اپنے صحابہ کے بیمار پڑنے پر ان کی عیادت فرماتے اور مناسب علاج بھی تجویز فرماتے، مصنفؒ نے اس نوعیت کی کئی روایات نقل کی ہیں۔ مثلاً سعد بن ابی رافع اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیمار پڑ گیا تو آپ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے، آپ ﷺ نے آتے ہی اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر رکھا، میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے سینے کے اندر محسوس کی، آپ ﷺ گویا ہوئے کہ آپ کو تو دل کی تکلیف ہے ایسا کرو کہ حارث بن کلدہ کو بلواؤ وہ علاج کرے گا، (اور اسے کہو کہ) اپنے ساتھ مدینہ کی پانچ کھجوریں بھی لے آئے، پھر ان کی گٹلیاں نکال کر (لیپ بنا کر) سینے پر مل دے۔[108] اسی طرح مصنف نے ربیع انصاری کے واسطے سے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے، فرماتے

---

[103] ایضا،3/1392

[104] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 1/297

[105] ایضا،3/1324

[106] ایضا،2/929

[107] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ، 3/1145

[108] ایضا،2/779

ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے بھتیجے جبر انصاری کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو ان کے گھر والے زار وقطار رونے لگے ، جبر انصاری نے اپنے گھر والوں کو رونے سے منع فرمایا کہ حضور ﷺ کو آپ لوگوں کے اس عمل سے تکلیف ہو رہی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ چھوڑو انہیں رونے دو جب موت واقع ہوگئی تو خود ہی خاموش ہو جائیں گی۔ [109] نام کا انسان کی شخصیت پر گہرا اثر ہوتا ہے، یہی وجہ تھی کہ حضور ﷺ نے جب اپنے صحابہ میں سے کسی کا ایسا نام سنا کہ جو اس کی شخصیت سے میل نہیں کھاتا تھا تو آپ نے اس کا نام تبدیل فرما دیا۔ مصنفؒ ایسی روایات لائے ہیں کہ جن میں تبدیلیٔ نام کا بیان ہے۔ مثلاً عبد الرحمٰن بن عوف کا نام زمانۂ جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا پھر آپ ﷺ نے بدل کر عبد الرحمٰن رکھا۔110 اسی طرح آپ ﷺ مختلف مواقع پر اپنے صحابہ کو حالات کی مناسبت سے بھی نام دیتے، جب دیکھتے کہ کسی صحابی میں کوئی صفت نمایاں ہے تو اسی کے موافق نام رکھ دیتے جیسے آپ ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہ کو غزوۂ اُحد کے موقع پر طلحۃ الخیر کے نام سے پکارا، غزوہ ذات العشیرہ میں طلحۃ الفیاض فرمایا اور حنین والے دن آپ کو طلحۃ الجود کہہ کر یاد کیا۔[111] حضرت جعفر بن ابی طالب مساکین سے بہت محبت کرتے تھے ان کے ساتھ بیٹھ جاتے تو گھنٹوں گھنٹوں گپ شپ کرتے، اس لیے حضور ﷺ نے ان کا نام ابو المساکین رکھ دیا۔ [112] حضور ﷺ نے اگر کسی صحابی کی پیدائش کے موقع پر اسے گھٹی دی تو، مصنف نے اس طرح کی روایات کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے مثلاً مصنف اَسماء بنت ابی بکر کا بیان نقل کرتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن زبیر ان کے پیٹ میں تھے وہ ان کو لے کر مدینہ روانہ ہوئیں، قباء میں پڑاؤ ڈالا اور وہیں پر عبد اللہ بن زبیر کو جنم بھی دیا، فرماتی ہیں کہ پھر میں بیٹے کو لے کر حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی، حضور ﷺ نے اسے گود میں رکھا اور کھجوریں منگوا کر کھجور کی گھٹی دی۔[113]

آپ ﷺ کی طرف سے لکھے گئے خطوط

مصنف ابو نعیمؒ نے کتاب معرفۃ الصحابہ میں مختلف مقامات پر ایسی روایات ذکر کی ہیں جن میں حضور ﷺ کے مکتوبات کا بیان ہے، جنادہ بن زیدؓ اپنی قوم، اہل بحرین کی طرف سے حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے انہوں نے حضور ﷺ سے دشمن کے مقابلے میں دعا کی درخواست کی، آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور ایک مکتوب بھی ان کے حوالے کیا۔[114] اسی طرح آپ ﷺ نے ایک اور خط تحریر فرمایا جس میں اشیب عنزیؓ کی امارت کا ذکر ہے **"بسم الله الرحمن الرحيم، من نبي الله لعبادة بن الأشيب العنزي إني أمرتك على قومك ممن جرى عليه عمالي وعمل بني أبيك، فمن قرئ عليه كتابي هذا فلم يطع – أو كلمة نحوها – فليس له من الله معون"**[115]۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کا ام ضمرہ کے پاس سے گزر ہوا تو

---

[109] ایضا،2/1102

[110] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ،1/117

[111] ایضا،1/97

[112] ایضا،2/514

[113] ایضا،3/1647

[114] الاصبہانی، معرفۃ الصحابہ،2/615

[115] ایضا،4/1925

وہ رو رہی تھیں وجہ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے (ضمیرہ) کو ان سے جدا کر دیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فوراً مالک کو بلوا کر ضمیرہ کو خرید لیا اس کے بعد آپ ﷺ نے سارے گھرانے کے لیے ایک تحریر عنایت فرمائی جس میں واضح طور پر موجود تھا کہ اب وہ آزاد ہیں ان کی مرضی یہاں رہیں یا اپنے علاقے کی طرف لوٹ جائیں، اس تحریر میں مسلمانوں کو بھی ان کے ساتھ بھلائی کرنے کے واضح احکامات موجود تھے، ذیل میں اس مکتوب کی چند سطور ملاحظہ ہوں "بسم الله الرحمن الرحيم هذا كتاب من محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبي ضميرة وأهل بيته أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أعتقهم وأنهم أهل بيت من العرب إن أحبوا أقاموا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإن أحبوا رجعوا إلى قومهم، فلا يعرض لهم إلا بالحق، ومن لقيهم من المسلمين فليستوص بهم خيرا"[116]۔رفاعہ بن زید حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور حضور ﷺ کی خدمت میں غلام کا نذرانہ پیش کیا جب اپنی قوم کی طرف روانہ ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں ایک خط بھی دے بھیجا تاکہ بوقت ضرورت سند رہے۔" عن محمد بن إسحاق، قال: " قدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم في هدنة الحديبية قبل خيبر رفاعة بن زيد الجذامي ثم الضبيبي، فأهدى إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم غلاما، فأسلم فحسن إسلامه، وكتب له كتابا فيه: «بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب من محمد رسول الله لرفاعة بن زيد، إني بعثته إلى قومه عامة، ومن دخل فيهم، يدعوهم إلى الله وإلى رسوله، فمن أقبل ففي حزب الله ورسوله، ومن أدبر فله أمان شهرين» فلما قدم رفاعة إلى قومه أجابوا وأسلموا"[117]

خلاصہ بحث

علامہ ابو نعیم اصفہانی صحابہ سے منقول جو روایات ذکر کرتے ہیں وہ عموما ان کے تعارف کے ضمن میں ذکر کرتے ہیں اور کبھی اپنے دعوی کی دلیل کے طور پر بھی ذکر کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے تعارف کے ضمن میں ابو نعیمؒ نے صحابہؓ کرام کی خدمات اور خصوصیات کو ذکر کیا ہے۔ علامہ جہاں صحابہ کرامؓ سے منقول روایات ذکر کرتے ہیں وہاں ان روایات کی حیثیت پر بھی کلام کرتے ہیں اور صحت وعدم صحت کا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ اگر کسی روایت میں کوئی وہم ہو یا اختلاف کی کوئی صورت ہو تو اس کا بھی ازالہ فرماتے ہیں۔ ابو نعیم اصفہانیؒ نے اپنی کتاب میں مختلف قسم کی روایات کا احاطہ کیا ہے جیسے آیات قرآنی کے شانِ نزول والی روایات، سیرت کے نایاب واقعات والی روایات، دلائل النبوۃ والی روایات، مراسلاتِ رسول اللہ ﷺ والی روایات، صحابہ کرامؓ کی آپ ﷺ سے محبت اور فضائل صحابہ والی روایات وغیرہ۔ مصنفؒ نے قاری کی سہولت کے پیشِ نظر روایات میں موجود غریب الفاظ کی شرح بھی فرمائی ہے تاکہ تھوڑے وقت میں کتاب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ ممکن ہو سکے۔ علامہ نے ذکرِ روایات میں اطناب ممل اور ایجاز مخل دونوں سے اجتناب کیا ہے یعنی نہ تو اس قدر غیر ضروری تفصیلات ذکر کرتے ہیں کہ قاری اکتا جائے اور نہ ہی اتنا مختصر کرتے ہیں کہ اپنے مدعا کو ہی واضح نہ کر سکیں۔

---

[116] ایضا،3/1548

[117] ایضا،2/1081